انفس و آفاق

عماد احمد

انفس و آفاق

https://emad-ahmad.com/

عماد احمد

جملہ حقوق بحقِ شاعر محفوظ ہیں

جولائی ۲۰۲۲ء

ISBN number:۹۷۸-۹۶۹-۲۳۴۷۱-۲-۹

تعدادِ اشاعت: ۱۰۰۰

قیمت: ۱۲۰۰ روپے

https://emad-ahmad.com/

دو زمانوں اور تین سفروں پر محیط ایک پہیلی کے نام!

زمانے جو اول و آخر کا ربط باندھتے ہیں

سفر جو انفس و آفاق کے رموز کھولتے ہیں

پہیلی جو بس کوئی دن میں کھلنے کو ہے!

https://emad-ahmad.com/

https://emad-ahmad.com/

ترتیب

☆ بے کم و کاست

۱ جوش سے سینہ ہلے تو قُل ھُوَ اللّٰہُ اَحَد ۲۱

۲ آپ ﷺ کے نام سے دمکتا قلب ۲۳

۳ نور کو قلب کی دیوار میں محصور نہ کر ۲۶

۴ غنیمت ہے عبادت میں گزر جائے کوئی پل تو ۲۸

۵ کوئی استاد نہیں رکھتا، نظر رکھتا ہوں ۲۹

۶ معجزہ ۳۱

۷ صورتِ حال بدل سکتی ہے حالات نہیں ۳۳

۸ شوق چڑھتا ہے تو افلاک میں گم رہتا ہوں ۳۵

۹ قیام کرنا تھا سجدے میں جا پڑے کچھ لوگ ۳۷

۱۰ سکونِ قلب ہے ربِ جلیل کے آگے ۳۹

۱۱ معنی تو انساں دیتے ہیں ۴۰

۱۲ گناہ کرتے رہے ہمیشہ کہ جیسے پردے رہیں گے رب سے ۴۲

۱۳ انفس و آفاق ۴۴

https://emad-ahmad.com/

۱۴	درد ہوتا ہے تو ہو لینے دو	۵۰
۱۵	قطعہ: قلب کو حسنِ وضو دیتا رہ	۵۲
۱۶	خدا	۵۳
۱۷	رک جا، آگے مت جا، آنچل جل جائے گا	۵۸
۱۸	ذرہ ذرہ نکھر رہا ہوں، چمکی پوری ذات نہیں	۶۰
۱۹	ہم کبھی انفس و آفاق کو سمجھے ہی نہیں	۶۲
۲۰	قلب کٹورا بھر جائے گا	۶۴
۲۱	دل کے سفر میں ایک قلق بار ہا ہوا	۶۶
۲۲	تناظر	۶۸
۲۳	کبھی سادہ کبھی مشکل	۷۱
۲۴	گھل گیا جسم انتظار کے ساتھ	۷۳
۲۵	تم کیا سمجھے قوت سے بس آس بڑھی	۷۶
۲۶	جبر سے کوئی بھی آباد نہیں ہوتا ہے	۷۷
۲۷	آئینہ	۷۸
۲۸	درد الفاظ میں ڈھلتے تھے کبھی رات ڈھلے	۸۳
۲۹	نظریاتی سفر میں جسم و جانِ آدمی کے غم	۸۵

https://emad-ahmad.com/

۳۰	قطعہ: درد اقدار کا حصہ ہے اسے جینا ہے	۸۷
۳۱	دوراہے کی یاد	۸۸
۳۲	نفس سے گھرتے گھرتے گھر جاتے ہیں لوگ	۹۱
۳۳	درد میں بھی ہنستا رہتا تھا بہتر تھا	۹۳
۳۴	سوال کچھ اور پوچھنا تھا جواب کچھ اور لے لیا ہے	۹۵
۳۵	کربِ شعور تھا جسے ڈھالا ہے شوق میں	۹۷
۳۶	نفرتیں، درد، خوف، پیار میاں	۹۹
۳۷	ربطِ اول و آخر	۱۰۲
۳۸	قطعہ: قلب کے اندر آگ لگی ہے، نفس کے اندر برف جمی ہے	۱۰۹
۳۹	حرمتِ زندگی ضروری ہے	۱۱۰
۴۰	کچھ جنوں، کچھ خرد کے نام ہوئی	۱۱۲
۴۱	جو ڈوبتی آنکھوں کی تمازت نہیں سمجھا	۱۱۴
۴۲	درد کی تحریک ہو یا غم کی ترتیبِ نزول	۱۱۸
۴۳	ایک یک طرفہ محبت تھی چلو ختم ہوئی	۱۱۹
۴۴	خودستائش	۱۲۱

https://emad-ahmad.com/

۴۵	احتسابِ ذات ہونا چاہیے	۱۲۴
۴۶	تھک گیا ہوں تھوڑا استانے کا حق تو دو مجھے	۱۲۶
۴۷	ایک خواہش گلاب کی سی ہے	۱۲۸
۴۸	ہم گزرے ہوئے وقت کے افسردہ خدوخال	۱۳۰
۴۹	شور کی آلودگی بڑھنے لگی	۱۳۳
۵۰	تھکن	۱۳۴
۵۱	چار خوشیاں، چار آنسو، زندگی پوری ہوئی	۱۳۸
۵۲	خواب خوش رنگ تھے تعبیر سیاہی مائل	۱۴۰
۵۳	سو حقائق کے روبرو ہو کر، ایک واضح خیال پایا ہے	۱۴۲
۵۴	حزن وملال ختم ہوئے زندگی کے ساتھ	۱۴۵
۵۵	ہجرتیں	۱۴۷
۵۶	اگرچہ آنکھ میں اب کے ہلالِ ذات نہ تھا	۱۵۱
۵۷	رنج ہوتا ہے مگر لوگ بتاتے نہیں ہیں	۱۵۳
۵۸	بالیدگی	۱۵۶
۵۹	بڑھ رہا ہے میرے ماضی کا یہ غم	۱۶۰
۶۰	سرمئی ریت، سمندر کا کنارہ اور ہم	۱۶۲

https://emad-ahmed.com/

۶۱	ہم گرفتارِ آرزو نہ ہوئے	۱۶۴
۶۲	تھک گیا ہوں سکون چاہتا ہوں	۱۶۶
۶۳	ماضی	۱۶۸
۶۴	بے بنیاد الزام لگا کر کیا پایا	۱۷۱
۶۵	وقت کم ہے زندگی میں اور مقصد دور ہے	۱۷۴
۶۶	مادہِ جسم کہوں، نورِ مجسم بولوں	۱۷۶
۶۷	وقت بدلا ہے مگر لوگ کہاں بدلے ہیں	۱۷۸
۶۸	اجتماعی زیادتی	۱۸۰
۶۹	عقل کا وحی سے رشتہ ماننا ضروری ہے	۱۸۲
۷۰	اس کے غصے کا بھوت مر جاتا	۱۸۳
۷۱	قیام اللیل سے حاصل ہوا ہے	۱۸۵
۷۲	حالتِ ذات میں، حالات میں غم دیکھا ہے	۱۸۸
۷۳	نطق	۱۹۰
۷۴	ذوالقرنین	۱۹۲

https://emad-ahmad.com/

https://emad-ahmad.com/

بے کم وکاست

السلام علیکم!

سنتِ مدین پر عمل کرنے والے کو اتنا اندازہ تو ہوتا ہے کہ قلب وآگہی کے آٹھ سال کیمیاگر بنتے بنتے دس میں بھی بدل سکتے ہیں۔ اگر میری پہلی کتاب آٹھویں سال کی فراوانیِ نعمت کا حاصل تھی تو یہ تیسری کتاب ایک دہائی پوری ہونے کا عندیہ دیتی ہے۔ تلمیح وتشبیہ کا استعمال پچھلی دونوں کتب میں خوب ہو چکا، سو اب کی بار کچھ حقیقتِ حال بھی نظرِ قرطاس ہونی چاہیے۔

میری زندگی کی گزشتہ دہائی میں بالعموم قرآن اور بالخصوص سورۃ الکہف اور سورۃ یوسف کا ایک کلیدی کردار رہا ہے۔ ان دو سورتوں کو میں نے محض پڑھا اور سمجھا نہیں ہے بلکہ جی کر بھی دیکھا ہے۔ آج سے ایک دہائی پہلے یہ آغاز تو شاید صرف ایک قاری کی حیثیت سے ہوا تھا مگر اس سفر میں میں نے ان میں موجود واقعات اور تجربات کو اپنی بساط بھر اپنے اوپر گزرتے دیکھا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ ان میں موجود بہت سے اسرار ورموز کو آپ بیتی کی طرح جیا ہے۔

https://emad-ahmad.com

اب اگر اذنِ ربی ہے تو میں اس پر مختصراً بات کیئے ہی دیتا ہوں۔ مختصراً اس لئے کہ آپ کے ہاتھ میں موجود اس کتاب کی ایک ایک نظم اور غزل، منظوم کتاب نہ لکھنے کی شعوری کاوش کے دوران لکھی گئی ہے۔ کیمیاگر کی تکمیل کے بعد میں ذہنی

طور پر صد فی صد قائل ہو چکا تھا کہ اب مجھے نثری کتاب لکھنی ہے۔ مجھے احساس ہو رہا تھا کہ شاعری کی کتاب کو بحیثیت شاعری تو پذیرائی مل رہی ہے مگر جو میں کہہ رہا ہوں وہ شعر کے پیرائے میں کہیں دب رہا ہے۔

شاعری کا یہ ایک مسئلہ تو بہر حال ہے کہ شعر کی تشریح کریں تو بھلے وہ بھی بیان کر دیں جو شاعر کے گمان میں بھی نہیں ہے اور نہ سمجھیں تو شاعر جو کہنا چاہ رہا ہے اسے بالکل ہی نہ سمجھیں۔ مجھے قولِ سدید پسند ہے اور یہ احساس میرے اندر تقویت پا چکا تھا کہ اب سیدھی سادی زبان میں نثری انداز میں تجرباتِ قلب بھی بیان کر دیئے جائیں اور واقعاتِ عمر بھی۔ پھر یوں ہوا کہ نثری کتاب کی بنت بنتے بنتے میں نے اکثر خود کو رات کی تنہائی یا دن کی مصروفیت کے بیچوں بیچ کوئی غزل یا نظم لکھتے ہوئے پایا۔ نثر کی کتاب تو کیا شروع ہوتی، آج میں خود کو شاعری کی کتاب کا نثری حصہ لکھتے ہوئے دیکھ کر قدرے محظوظ ہو رہا ہوں۔ میں ابھی بھی امید رکھتا ہوں کہ کسی دن آیت بہ آیت اس روداد کو لکھوں مگر میں سمجھتا ہوں کہ ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے اور اگر اللہ عز و جل میری بات کو شعر کے پیرائے میں سنوانا چاہتا ہے تو یہی بہتر اور مقدم ہے۔

https://emadahmad.com/

تو بات ہو رہی تھی دو قرآنی سورتوں اور ان کی برکت سے میرے قلب و جان پر مرتب ہونے والے اثرات کی۔ میں چاہتا ہوں کہ آج اختصار کے ساتھ ہی سہی مگر دونوں سورتوں پر بات کر ہی لوں۔ میری تینوں کتب کے انتسابات سورۃ

الکہف کے میرے قلب، ذہن اور عمل پر پڑنے والے اثرات کے مظاہر ہیں۔ آج کا انسان جس معاشرے میں جی رہا ہے اس کی اساس کیسے جانی جا سکتی ہے اور اس میں بے کجی سے جینے کا ہنر کیسے سیکھا جا سکتا ہے۔ زمانے کی دوڑ سے ہٹ کر اور کسی بھی قسم کے دنیاوی ساز و سامان کے بغیر انسان کیسے محض ایک قلبِ سلیم لے کر خدا کی سمت پلٹ سکتا ہے۔ کیسے اللہ ایسے انسان کے کانوں پر تھپکی دے کر اسے سال ہا سال کے لئے سلا دیتا ہے اور اس کے معاملات کی اصلاح کرتا ہے۔ اس سفر میں جان و مال کی کیا قربانیاں دینی پڑتی ہیں اور کیسے کیسے انعامات حاصل ہوتے ہیں۔ قربانی کی کچھ قسطوں کے بعد اندر کی آنکھ کیسے کھلتی ہے اور معلوم ہونے لگتا ہے کہ جو حقیقت ہے وہ تو بیشتر افراد کو نظر ہی نہیں آ رہی اور جو نظر آ رہا ہے وہ تو حقیقت ہی نہیں ہے۔ اور جب معاملات کی ماہیت پر اپنے گرد بسنے والے لوگوں سے ایسا شدید بُعد پیدا ہو جائے تو اس تفاوت کی قیمت کیا ہوتی ہے۔

اور اگر کوئی شخص کہف کے سال بھی گزار لے، فتنۂ مال سے دامن بھی بچا لے اور ظاہری آنکھ کے دیکھے کو سبھی کی مخالفت کے باوجود باطن کی نظر پر قربان بھی کر دے تو اس پر تکمیلِ نعمت کس طرح سے ہوتی ہے جہاں وہ مال و قوت پر دسترس بھی رکھتا ہے، حقیقت پر نظر بھی رکھتا ہے اور اختیار کے کامل استعمال پر اذنِ ربی بھی شاملِ حال ہوتا ہے۔ اور کیا اس مقام پر امتحان ختم ہوتا ہے یا نفس کا اصل

https://emad-ahmad.com/

امتحان ابھی آغاز ہو رہا ہوتا ہے۔

اگر ایک طرف سورۃ الکھف میری شعوری زندگی کے افق پر چھائی رہی ہے تو دوسری طرف سورۃ یوسف نے سال ہا سال میری جذباتی اساس کو سنبھال کر رکھا ہے۔ میرے اندر کا نظریاتی انسان جب کہف میں اترتا چلا گیا تو یہ سورۃ یوسف ہی تھی جو میرے اندر کے کمزور انسان کو ہر قدم پر تھپکی دیتی رہی۔ یہ کوئی اتفاقیہ امر تو نہیں ہے کہ یہ قرآن کی واحد سورۃ ہے جو شروع سے آخر تک ایک مکمل کہانی کے طور پر بیان کی گئی ہے۔ اس کہانی میں واقعات کا تسلسل گوشت پوست سے بنے انسان کو با مقصد زندگی کی تشکیل کرنا بھی سکھاتا ہے، ایسی زندگی گزارنے کے لئے کردار سازی بھی کرتا ہے اور کامیاب ہونے والے شخص کی زندگی کے آغاز کا انجام سے تعلق بھی جوڑتا چلا جاتا ہے۔

یہ میری خوش قسمتی ہے کہ قرآن نے ان دونوں سورتوں کے ذریعے میری فکری اساس اور جذباتی ساخت کو سنبھالا بھی ہے اور نکھارا بھی۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس سفر نے مجھے اندر اور باہر کے جہانوں سے بھی روشناس کروایا ہے۔ بس آپ یوں سمجھ لیجئے کہ ان دو سورتوں نے مجھے انفس اور آفاق دونوں ہی میں اول و آخر کا ربط دکھایا ہے۔

میں نے پچھلے دس برس اسی دشت کی سیاحی میں گزارے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ قرآن نے مجھے زندگی کی تشکیلِ نو کا ہنر سکھایا ہے۔ جو ان دس سالوں میں مجھ سے

https://emadahmad.com/

رابطے میں نہیں رہا، وہ میرے بارے میں کچھ جانتا ہی نہیں ہے اور جو رابطے میں رہا ہے وہ شاید میرے چھلکے کو جانتا ہے گودے کو نہیں۔ مجھے احساس ہے کہ اس طرح کے فقرات خود پذیرائی کے زمرے میں گردانے جا سکتے ہیں مگر میں مکمل شعوری طور پر یہ بات فقط بیانِ حال کے لئے کر رہا ہوں۔ خود ستائش کا ارادہ رکھتا تو عزلت نشینی اختیار ہی نہ کرتا۔ پچھلی دو کتب میں میں نے شاعری انہی موضوعات پر کی ہے اور دیباچوں میں بھی انہی کی طرف اشارہ دیا ہے۔ اس بار بات واضح بھی کر دی ہے کہ کسی کو شکایت نہ رہے کہ کھل کر نہیں بتایا۔

ایک سوال مجھ سے اکثر پوچھا گیا ہے کہ میں نے شاعری میں انبیاؑ کی زندگی کے واقعات کو حوالہ بناتے ہوئے بہت کچھ لکھا ہے حالانکہ کہاں ان بلند پایہ ہستیوں کا مقام اور کہاں ہم جیسے عام انسان۔ اس کا جواب سادہ سا ہے۔ ہمیں یہ واقعات اس لیے نہیں سنائے گئے کہ ہم یہ سوچیں کہ کہاں ہم اور کہاں وہ اونچی ہستیاں بلکہ اس لئے سنائے گئے ہیں کہ ہم بھی ان بلند پایہ اکابرین کی سنتوں پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنی اپنی زندگی تشکیل دینے کی کوشش کریں۔

جب ہم ایسی زندگی کی تشکیل کی کوشش کرتے ہیں تو ہمیں بھی کچھ امتحانات سے گزرنا ہوتا ہے۔ بس اس میں ایک نکتہ سمجھ لیں تو بھٹکنے اور اپنی حیثیت سے تجاوز کا احتمال نہیں رہتا۔ امتحان میں دو پہلو اہم ہوتے ہیں۔ اول نوع وطرزِ امتحان اور دوئم شدتِ امتحان۔ اللہ اپنی سنت میں تبدیلی نہیں کرتا سو طرزِ امتحان سب

انسانوں کے لئے ایک سی ہوتی ہے مگر شدتِ امتحان انسان کے مقام و مرتبہ کے حساب سے ہوتی ہے۔اس کی سادہ مثال یہ ہے کہ خدا کی خوشنودی کے لئے اپنی محبوب چیز کی قربانی کا اصول سب کے لیے برابر ہے مگر قربانی کی جو کمال مثال ابراہیمؑ نے قائم کی وہ انہی کا اعجاز اور انہی کے مرتبے کے شایان ہے۔ میں نے یہ بات اپنے ایک شعر میں بھی بیان کی ہے۔۔۔

بس اپنے نفس پہ رکھ دی چھری، وہی تھا عزیز
مری بساط ہی کیا ہے خلیلؑ کے آگے

جن لوگوں نے میری کتب کو صرف شاعری کے طور پر پڑھا ہے انہوں نے یہ بھی تبصرہ کیا ہے کہ قلب و آگہی کے موضوعات کی نسبت کیمیا گر بہتر کتاب تھی۔اب شاید وہ یہ بھی کہیں گے کہ انفس و آفاق کیمیا گر سے بہتر موضوعات کی حامل ہے مگر میں اس بات کو اور نظر سے دیکھتا ہوں۔ میں بار ہا کہہ چکا ہوں مجھے سفرِ باطن کا تجربہ لکھنا ہے اور میرے لیے یہ کتب نفسِ انسانی کے ارتقاء کا سفر ہیں۔ میری کتب انہی مراحل کی غماز ہیں جن سے میں گزرا ہوں اور اگر ان میں ارتقاء دکھ رہا ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ میری شاعری چند مہینوں میں ارتقاء پذیر ہو گئی ہے بلکہ یہ ہے کہ میری زندگی پچھلی ایک دہائی سے ارتقاء پذیر ہے۔ ہاں اب پچھلے دو برس سے قلب کا پیالہ چھلک رہا ہے تو اس کا اظہار بھی ہو رہا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ یہ اظہار وارداتِ قلبی کی ترتیبِ نزول کے مطابق ہوا ہے۔

یہیں سے اس سوال کا جواب بھی ملتا ہے کہ اگر یہ سب اتنا ہی نظریاتی ہے تو شاعری میں کچھ غمِ دنیا، کچھ غمِ دوراں اور کچھ شکایاتِ دوراں کیوں ہیں۔ اس کی وجہ واضح ہے۔ عموماً روحانیت، قلب اور انسانی ارتقاء کی باتیں کرنے والے لوگ پکی پکائی دیگ سامنے رکھتے ہیں۔ ایسا کرنے سے وہ کوئی بہت اونچے درجے کی روحانی مخلوق تو محسوس ہوتے ہیں مگر عام انسانی تجربے سے بہت دور نظر آتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم سب عام انسان ہی ہیں اور ہم سب ہی خاص انسان بن سکتے ہیں۔

جو لوگ سمجھتے ہیں کہ تزکیہ نفس اور تشکیلِ ذات کوئی بہت روح پرور سفر ہے، ان کے لئے عرض ہے کہ ایسا بالکل بھی نہیں ہے۔ ذات کا سفر اندھیرے کا سفر ہے۔ دنیا داری کے تکلیف دہ تجربات اور نفس کا دنیاوی معاملات پر شور و غوغا اس سفر کے سنگِ میل ہیں۔ روشنی تو اس کی منزل ہے۔ میرا منشا یہی ہے کہ پورے انسانی تجربے کو سب کے سامنے رکھا جائے۔ اس لئے آپ کو میری کتب میں غمِ دوراں اور غمِ ہستی دونوں ہی کے کئی سنگِ میل ملیں گے۔ میں نے پہلی کتاب میں بھی یہ ذکر کیا تھا کہ یہ ایک مضبوط زندگی کی تشکیل کے دوران اندر کے کمزور انسان پر گزرنے والے حوادث کا بیان ہے۔ اس بنیاد پر میری تمام شاعری تین حصوں میں تقسیم کی جا سکتی ہے۔ نفسِ انسانی کا سفر، قلبِ انسانی کا سفر اور ادراکِ حقیقت کا بیان۔

https://emadahmad.com

میں نہیں جانتا کہ اس کتاب کے بعد میری تحریر کا رخ کیا ہوگا مگر مجھے یہ احساس اور ادراک ہے کہ جو بات *قلب و آگہی* میں چھیڑی تھی اور *کیمیا گر* میں آگے بڑھائی تھی وہ *انفس و آفاق* میں ایک حد تک تکمیل پا گئی ہے۔ یہ تینوں کتب انتسابات سے لے کر موضوعات تک ایک لڑی میں پروئی ہوئی ہیں۔ اس کتاب کا دیباچہ لکھتے ہوئے مجھے تکمیل کا ویسا ہی احساس ہو رہا ہے جیسا ایک تسبیح ختم کرتے اور دوسری شروع کرتے ہوئے ہوتا ہے۔

میں امید رکھتا ہوں کہ میری یہ تحریر میری تینوں ہی کتب میں موجود شاعری اور پچھلی دونوں کتب میں موجود دیباچوں کو آپ کی نظر میں واضح کر دے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسے کچھ لوگ ضرور ان کتب کو پڑھیں گے جو پکا پکایا کھانا کھانے کی بجائے دیگ پکنے کا عمل سمجھنا چاہتے ہوں۔ میں یہ امکان بھی دیکھتا ہوں کہ ان کتب کو پڑھ کر کچھ آگہی کے طالب قلوب کیمیا گری کے اس سفر پر ضرور نکلیں گے اور میں دعا گو ہوں کہ کوئی نہ کوئی تو انفس و آفاق کے پردے بھی چاک کرے گا۔

والسلام

عماد احمد

لاہور

۲۷ ذوالحجہ، ۱۴۴۳ ہجری

بمطابق ۲۷ جولائی ۲۰۲۲ء

https://emadahmad.com/

O

جوش سے سینہ ہلے تو قُل ھُوَ اللہُ اَحَد
خوف رگ رگ میں بہے تو قُل ھُوَ اللہُ اَحَد

جب خوشی پاؤ کوئی تو رَبِّ اَوزِعنی کہو
درد سینہ چیر دے تو قُل ھُوَ اللہُ اَحَد

رحم کیا ہے، قہر کیا ہے، علم کیا ہے، حلم کیا
معرفت ملنے لگے تو قُل ھُوَ اللہُ اَحَد

قلب جاری ہو کہو الحمدُلِلّٰہِ الّذِی
نفس کی خواہش جگے تو قُل ھُوَ اللہُ اَحَد

https://emad-ahmad.com/

ضبطِ غم تہذیب ہے اور چشمِ نم تحریک ہے
قلب رمزیں جان لے تو قُل ھُوَ اللہُ اَحَد

پیٹ بھوکا ہو تو کہہ وَاللہُ خیرُ الرّازقین
جب شکم سیری ملے تو قُل ھُوَ اللہُ اَحَد

انفس و آفاق دو تالے ہیں، کنجی ایک ہے
در نہیں تجھ پر کھُلے تو قُل ھُوَ اللہُ اَحَد

دو جہانوں کا یہی ہنگام بھی، آرام بھی
جب سرا ملنے لگے تو قُل ھُوَ اللہُ اَحَد

تو عماد اب تک کسے آواز دیتا رہ گیا
اب کھلے ہیں راستے تو قُل ھُوَ اللہُ اَحَد

https://emad-ahmad.com/

O

آپ ﷺ کے نام سے دمکتا قلب
آپ ﷺ کے ذکر سے مہکتا قلب

نور و خوشبو کا امتزاجِ حسین
چاندنی رات میں چھلکتا قلب

اسمِ احمد ﷺ سے رفعتیں پاتا
نفس کے بوجھ کو جھٹکتا قلب

https://emad-ahmad.com/

ہو گیا آج آشنائے حرم
وادیوں میں کہیں بھٹکتا قلب

دستِ رحمت سے آب دار ہوا
سال ہا سال سے بھڑکتا قلب

خاک ہوں پر کسی سے نسبت ہے
دیکھ لو نور سے چمکتا قلب

ذات کا امتحانِ جذب و سلوک
مینائے عشق سے چھلکتا قلب

لفظ اب ساتھ ہی نہیں دیتے
آ گیا ہوں لیے ہمکتا قلب

https://emad-ahmad.com/

جب سے سمجھی ہے سنتِ آقا ﷺ
نفرتوں میں نہیں دہکتا قلب

حوضِ کوثر سے دو قدم پیچھے
خوف و امید سے دھڑکتا قلب

دِکھ رہا ہے عماد اب واضح
عشق کے بام سے جھلکتا قلب

https://emad-ahmad.com/

O

نور کو قلب کی دیوار میں محصور نہ کر
روشنی چاہئے جس جس کو اسے دور نہ کر

کچھ سفر دل کے پرندوں کے لئے ہوتے ہیں
سوچ کاندھے پہ لئے خود کو یہاں چُور نہ کر

ہجرتیں کرتے ہیں جذبات و خرد جسم سے قبل
ذات کو دور کہیں جانے پہ مجبور نہ کر

اپنی ہستی سے نکال ایک نیا ذوقِ سلیم
قالبِ خاکی کو یکسر ہی تو بے نور نہ کر

https://emad-ahmad.com/